میر قاسم علی کی شہادت

سلیم منصور خالد

بنگلہ دیش میں ظلم کا دریا بہے جا رہا ہے۔ ظالم بے حیا ہوتا ہے اور ہٹ دھرم بھی۔ یہی رویہ بنگلہ دیش کے اقتدار پر قابض ایک غیر نمایندہ ٹولہ اپنائے ہوئے ہے۔ وہاں کے مسلمان اپنے لہو کے گھونٹ پیتے ہوئے، بے بسی کے عالم میں دنیاے اسلام اور عالمی ضمیر کی جانب دیکھ رہے ہیں۔

سرزمینِ بنگال پر تحریکِ اسلامی نے ۱۵/اگست ۱۹۶۹ء کو ڈھاکا یونی ورسٹی سے اپنے پہلے شہید محمد عبدالمالک کی میت اُٹھائی تھی، تو داعیِ تحریک مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا تھا: ''اس راہ میں یہ پہلی شہادت تو ہوسکتی ہے آخری نہیں''۔

درحقیقت وہ مستقبل بین نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ مشرقی پاکستان کی سرزمین پر بے دینی، بنگلہ قوم پرستی، اشتراکیت اور ہندو انتہا پسندی نے جس زہر کا بیج بویا ہے، اس کے زہریلے پودے معلوم نہیں اور کتنے حق پرستوں کا لہو پییں گے۔

اکانومسٹ (لندن) نے Poisoning the well: Bangladesh کے زیرعنوان بجا طور پر لکھا تھا:

> اس ہفتے کے اختتام پر بنگلہ دیشی سپریم کورٹ، جماعت اسلامی کے سب سے بڑے مالی معاون کی زندگی کے خاتمے کا راستہ صاف کردے گی، وہ جماعت جو بنگلہ دیش میں سب سے بڑی اسلامی پارٹی ہے۔ ایک عدالت [؟] نے میر قاسم علی کو ۱۹۷۱ء میں پاکستان سے علیحدگی کی مزاحمت کرنے پر سزاے موت دے رکھی ہے۔ ان کو پھانسی دینے کا عمل، بے بنیاد (flawed) مقدموں کے سلسلے کی ایک کڑی کو مکمل کرے گا،

جسے حسینہ واجد نے ۲۰۰۹ء سے شروع کر رکھا ہے۔ جماعت اسلامی کی تقریباً تمام قیادت کو چور دروازے سے پکڑ کر ڈھاکا سنٹرل جیل میں قید کر رکھا ہے۔......اصول کی بات ہے کہ ظالمانہ آمریت، انتہاپسندی کو جنم دیتی ہے۔ اس طرح کانٹوں سے لتھڑا 'انصاف' بنگلہ دیش کو زہریلے کنویں پر کھڑا کرنے جا رہا ہے کہ جہاں سے اسے زہر کے گھونٹ ہی پینا پڑیں گے۔(۲۶/اگست ۲۰۱۶ء)

اور پھر بنگلہ دیش کی 'سپریم کورٹ' نے ۳۰/اگست کو نام نہاد عدالتی ٹریبونل کے اُس فیصلے (۲نومبر ۲۰۱۴ء) کی توثیق کرتے ہوئے نظرثانی کی اپیل مسترد کر دی، جس کے تحت میر قاسم علی کو سزاے موت سنائی گئی تھی۔ میر قاسم علی کے وکیل خوندکر محبوب حسین نے عدالت کے صدر دروازے پر کھڑے ہو کر واشگاف الفاظ میں کہا:

یہ جھوٹے الزامات اور جھوٹی گواہیوں پر مبنی ایک فیصلہ ہے۔ مستقبل میں اور مستقبل کی نسلوں میں جو افراد شعبہ عدل و انصاف میں خدمات انجام دیں گے، ان کے سامنے یہ سوال، جواب طلب رہے گا کہ کیا واقعی یہ فیصلہ جائز تھا؟(ڈیلی اسٹار، یکم ستمبر ۲۰۱۶ء)

بنگلہ دیش جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے اسی لمحے اخباری نمایندے سے کہا: ''یہ حکومت ایک سازش کے تحت جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت کو ایک ایک کر کے پھانسی کے گھاٹ اُتار رہی ہے، اور میر قاسم علی کو بھی اسی سفاکی کی بھینٹ چڑھانا چاہتی ہے۔ حالاں کہ یہ تمام مقدمات جھوٹے، الزامات جعلی اور گواہان کِذب و افترا کی بدترین تصویر پیش کرتے ہیں۔ مگر دوسری طرف سپریم کورٹ حکومت کے خانہ ساز گواہوں اور جعلی ریکارڈ پر مبنی الزامات اور غیر عدالتی عمل پر مبنی فیصلوں کی توثیق کیے جا رہی ہے۔ میر قاسم علی ۱۹۷۱ء کے پورے زمانے میں ڈھاکا میں تھے، لیکن ان پر قائم شدہ اور اب سزا کی بنیاد بنائے جانے والے مقدمے چٹاگانگ میں، اور چٹاگانگ ہی کے حوالے سے قائم کیے گئے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس جھوٹے ڈرامے کے لیے، جھوٹے ڈرامائی گواہوں کو تیار کیا اور ان جعلی گواہوں کو وکلاے صفائی کی جرح سے بچا کر میر قاسم کی موت کے لیے مرضی کا فیصلہ لیا گیا ہے، جسے کوئی بھی باضمیر فرد قبول نہیں کر سکتا''۔(جماعت ویب: ۳۰/اگست)

یورپی پارلیمنٹ کے ۳۵ ممبران نے حسینہ واجد کو ایک مشترکہ خط میں لکھا: ''ہم اپنی اس فکرمندی کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے تحت بنگلہ دیش میں ایک مقامی اور غیر قانونی عدالت میں عدل و انصاف کی دھجیاں اُڑاتے عمل کے ذریعے موت کی سزائیں سنائی جارہی ہیں۔ ہم بنگلہ دیش حکومت کو انسانی حقوق کی پامالی پر بار بار متوجہ کررہے ہیں، اور یہ بھی بتاچکے ہیں کہ آپ کا خصوصی ٹریبونل عدل، قانون اور بین الاقوامی قانون کے کسی بھی معیار پر پورا نہیں اُترتا، لیکن آپ کے ہاں سے اس عدالت کے نام پر اب تک ۱۷/افراد کو موت کی سزائیں سنائی جاچکی ہیں، (جن میں سے کچھ پھانسی پاچکے ہیں، کچھ جیلوں میں پھانسی کے منتظر ہیں اور کچھ بیرونِ ملک ہیں)۔ ہم خبردار کرتے ہیں کہ جب تک بنگلہ دیشی انتظامیہ، شفاف عدالتی اور قانونی عمل کے ذریعے میر قاسم علی کے مقدمے کو نہیں سن لیتی، اس وقت تک انھیں انتہائی سزا دینے سے اجتناب برتے۔ اسی طرح ہم میر قاسم علی کے بیٹے بیرسٹر میر احمد بن قاسم کے غیر قانونی اغوا و گرفتاری کی مذمت کرتے ہیں، جو اپنے والد کے مقدمے کی پیروی کررہے تھے۔ یہ ایک خوف ناک بات ہے کہ اس نوجوان وکیل کو ۹/اگست [۲۰۱۶ء] سے غائب کرکے، اپنے والد کی وکالت کے حق سے محروم کیا گیا ہے۔ ہم احمد بن قاسم کی بحفاظت واپسی کو یقینی بنانے پر زور دیتے ہیں''۔ (۳۵/ارکانِ پارلیمنٹ کے دستخط)

یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان ۳۵/افراد میں کسی ایک فرد کو پاکستانی نہیں کہہ سکتے، کوئی ایک فرد بھی بنگلہ دیشی نہیں، اور کوئی ایک ممبر مسلمان بھی نہیں۔ یہ معزز ارکان پارلیمنٹ، (جو یورپ کے مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں) صرف عدل اور انصاف اور انسانیت کے نام پر، بھارت نواز حسینہ واجد کو توجہ دلا رہے ہیں کہ وہ گھناؤنے اقدامات سے گریز کرے۔

۳ستمبر کی صبح عالمی ادارے 'ہیومن رائٹس واچ' (HRW) نے ایک طویل بیان میں، میر قاسم علی کے مقدمے میں بدنیتی اور عدالتی معاملات میں قانون شکنی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ: ''سیاسی انتقام بازی کے بجاے قانونی طریق کار کو اختیار کیا اور دنیا بھر کے تسلیم شدہ قانونی اصولوں کو اپنایا جائے''۔ مگر کہاں؟ ڈھاکا کے ایوانِ اقتدار میں ایک ہی زبان بولی جارہی ہے: 'موت!'

قاسم پور سنٹرل جیل نمبر ۲ ڈھاکا کے سپرنٹنڈنٹ پرشانتا کمار نے ۲ستمبر کو ۱۱ بجے اپنی جیل میں قید میر قاسم علی کو پیغام دیا کہ: ''صدر سے رحم کی اپیل کے لیے آپ کے پاس وقت ہے۔ اگر

اپیل نہیں کریں گے تو کسی بھی وقت پھانسی دی جاسکتی ہے''۔ میر قاسم علی نے بڑے پُرسکون انداز میں موصوف کو جواب دیا: ''کس جرم پر رحم کی اپیل؟ اور کس سے رحم کی اپیل؟ میں کسی صدر سے اپنی زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا، جب کہ میں نے ایسا کوئی جرم کیا ہی نہیں ہے''۔ پرشانتا کمار نے سہ پہر کے وقت یہ بات ڈھاکا ٹربیون کے نمایندے کو بتائی۔

پھر سپرنٹنڈنٹ نے ساڑھے تین بجے سہ پہر میر قاسم علی کے اہلِ خانہ کو اس امر کی اطلاع دے دی کہ: ''صدر سے رحم کی اپیل کی رعایت نہ لینے کے سبب وہ آخری ملاقات کے لیے تیار ہوں''۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈھاکا سے شمال کی جانب ۴۰ کلومیٹر دُور قاسم پور جیل میں پھانسی دینے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔

میر قاسم کی اہلیہ نے آخری ملاقات کے بعد کہا: ''میں اپنے اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میر قاسم کو پھانسی دینے والے کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ میر قاسم بے گناہ ہیں اور اسلام کے لیے جان دے رہے ہیں''۔

آخر کار اس دنیا میں کالے قانون کے علَم برداروں اور کالی حکمرانی کے سوداگروں نے ۳ ستمبر ۲۰۱۶ء کو پاکستانی وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے رات میر قاسم علی کو پھانسی دے دی___ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی میت پونے تین بجے گاؤں مانک گنج پالا پہنچائی گئی، جہاں ساڑھے تین بجے تدفین عمل میں آئی۔ بنگلہ دیش بھر میں ایک ہزار سے زیادہ مقامات پر ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

میر قاسم علی ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کو مانک گنج میں پیدا ہوئے اور ہائی اسکول میں ۱۹۶۷ء میں اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان سے وابستگی اختیار کی۔ چند برسوں بعد اس کے رکن بن گئے۔ ۱۹۷۱ء میں ڈھاکا یونی ورسٹی میں تھے۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد اپنے گاؤں چلے گئے اور پھر ڈھاکا آکر تعلیم کی تکمیل کی۔ ۶ فروری ۱۹۷۷ء کو 'اسلامی چھاترو شبر' کی تاسیس کی۔

میر قاسم علی رفاہِ عام کے کاموں میں ایک بڑی سرگرم شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ اسلامی بنک بنگلہ دیش کے ڈائرکٹر تھے۔ دگنتا میڈیا کارپوریشن کے چیئرمین تھے، جس کے زیرانتظام بنگلہ دیش کا مشہور نجی چینل 'دگنتا ٹی وی' کام کر رہا تھا۔ انھوں نے 'ابن سینا ٹرسٹ' کے نام

سے ایک بڑا نیک نام ادارہ قائم کیا۔ 'اسلامی انشورنس' کے نظام کی داغ بیل ڈالی۔ نظامتِ دینی مدارس قائم کر کے دینی تعلیم کے نظام کو جدید تعلیم سے ہم آہنگ کیا۔ تعمیرِ مساجد کے لیے تنظیم قائم کی۔ بنگلہ دیش میں رابطہ عالمِ اسلامی کے مرکزی رہنما تھے۔ وہ بنگلہ دیش کی ایسی اوّلین شخصیت تھے، جس نے بڑے پیمانے پر غریبوں کے لیے معیاری ادویات کی مفت اور نہایت سستے داموں ترسیل کا خودکار نظام تشکیل دیا۔

دیانت، محنت، لگن اور حُسنِ سلوک پر مبنی انتظامی صلاحیت کے بل پر، وہ بلاشبہہ بنگلہ دیش جماعت اسلامی سے وابستہ ایک امیر ترین شخص تھے، لیکن انھوں نے اپنی دولت کو اپنی آسایش و آرام پر خرچ کرنے کے بجاے جماعت اسلامی کے رفاہی کاموں، یتیموں اور مسکینوں کی امداد کے علاوہ دعوتی کاموں پر خرچ کرنے کو ترجیح دی۔ کروڑپتی انسان ہونے کے باوجود معمولی مکان میں نہایت قلیل سہولیات کے ساتھ قناعت کی زندگی بسر کی۔

۲۰۰۹ء کے بعد جماعت اور جمعیت کے کارکنوں کو، عوامی لیگی حکومت نے جسمانی، تعلیمی اور کاروباری سطح پر بدترین ظلم کا نشانہ بنایا۔ کارکنوں کو بے روزگار کیا۔ بہت سوں کو دانستہ طور پر دائمی معذوری کے غار میں دھکیل کر زندگی اجیرن بنا دی۔ لیکن ایسے ہر کارکن کے لیے میر قاسم علی، ان کی اہلیہ، ان کے بیٹے اور ان کی بیٹیاں ایک دست گیر، ہمدرد اور درد آشنا رفیق کے طور پر، ایک مالی سرپرست اور شفیق معاون کی شکل میں حتی الوسع اپنی موجودگی کا ثبوت دیتے رہے۔ ان کے بارے میں برطانیہ کے اخبار نے درست لکھا: ''میر قاسم نے جماعت اسلامی کو اس بحرانی صورتِ حال میں کھڑا رہنے کے لیے گراں قدر رقوم دیں''۔ (ڈیلی میل، ۳ ستمبر ۲۰۱۶ء)

ایسی بے لوثی اور اتنی بے مثال قربانی کا نُور، ظلم کے سوداگروں کو مجبور کرتا رہا کہ وہ اپنا منہ نوچ کر رہ جائیں۔ مادہ پرستی میں ڈوبی معاشرت میں ایسا سخی، نہ ان کے تصور میں آسکتا تھا اور نہ وہ اسے برداشت کر سکتے تھے۔ آخر شیطان نے یہی فیصلہ کیا کہ: ''اس کی جان ہی لی جائے کہ یہ جیل میں قید رہنے کے باوجود، وسائل کو دوسروں پر لُٹا رہا ہے۔ اس کے اداروں کو تباہ اور اس کی جان کو ختم کرنا ہی 'روشن خیالی' ہوگی''۔

غربت و ناداری سے برسرِ جنگ اس سپہ سالار نے رسولِ رحمت کے اسوہ پر عمل کرتے

ہوئے، رحمت کی چھاؤں سے سبھی کو سیراب کیا، جن میں: مسلمان، ہندو، عیسائی اور بدھ مت کے ماننے والے سبھی شامل تھے۔ ان کا یہ جگمگاتا کردار، بنگلہ دیش میں تحریکِ اسلامی کے لیے مشعلِ راہ تھا۔ اندھیروں کے پجاریوں کے لیے شاید یہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ اس مشعل کو گُل کردیں۔

حالات کا دھارا بتاتا ہے کہ ظلم کی اس داستان کو ابھی: ● شہید عبدالقادر مُلّا [۱۲دسمبر ۲۰۱۳ء] ● شہید قمرالزماں [۱۱/اپریل ۲۰۱۵ء] ● شہید علی احسن محمد مجاہد [۲۲نومبر ۲۰۱۵ء] ● شہید صلاح الدین قادر چودھری [۲۲نومبر ۲۰۱۵ء] ● شہید مطیع الرحمٰن نظامی [۱۱مئی ۲۰۱۶ء] اور ● شہید میر قاسم علی [۳ستمبر ۲۰۱۶ء] تک نہیں رُکنا تھا، اس لیے یہ بادِسموم اپنی زہرناکیوں کے ساتھ اپنے رُوپ بدل بدل کر موجود ہے۔

ایک طرف غم کا یہ پہاڑ اور دوسری جانب میر قاسم بھائی کی شہادت کے اگلے روز بنگلہ دیشی وزیرداخلہ اسدالزماں کا یہ بیان کہ: ''حکومت وہ تمام اقدامات اُٹھا رہی ہے، جن کے تحت اسلامی چھاترو شبر پر پابندی عائد کردی جائے گی'' (روزنامہ پرو تھم آلو، ۵ستمبر ۲۰۱۶ء)۔ ایسے اقدامات جنگل کے قانون اور پاگل پن کے مترادف ہوں گے، جنھیں سادہ الفاظ میں بیان کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے: ''یہ سیکولر فاشسٹوں کی جاہلیت پر مبنی وحشت کے سوا کچھ نہیں، گویا کہ آج کا 'روشن خیال' ذہن، اپنے آپ کو تاریکی کے کنویں سے نکالنے کے لیے تیار نہیں''۔

میر قاسم کی شہادت کے چوتھے روز یعنی ۷ستمبر کو بنگلہ دیشی وزیرقانون و پارلیمانی اُمور انیس الحق نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا: ''حکومت بڑی عرق ریزی سے 'جنگی مجرموں' کی جایدادوں کو ضبط کرنے کا قانون بنارہی ہے''۔ اور ان کے ساتھیوں نے اعلان کیا: ''ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ان 'جنگی مجرموں' کی جایدادوں اور دولت کو ضبط کرکے ۱۹۷۱ء کے متاثرین میں تقسیم کیا جائے''۔ (ڈیلی اسٹار، ۸ستمبر ۲۰۱۶ء)

یاد رہے، دو نام نہاد جنگی ٹربیونلوں نے اب تک ۲۶ فیصلوں کا اعلان کیا ہے۔ ۵۰ کے مقدمات چل رہے ہیں، جب کہ ۱۷/افراد کو سزاے موت سنائی جاچکی ہے۔ مذکورہ بالا وزیرقانون نے کہا: اسلامی قانونِ وراثت کے تحت 'مجرموں' کے وارثوں میں جایدادیں تقسیم ہوچکی ہیں، جنھیں موجودہ قانون کے تحت واپس نہیں لیا جاسکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ جنگی جرائم کے تحت

ایک نیا قانون وضع کر کے یہ وسائل ان کے وارثوں سے واپس ضبط کر لیے جائیں‘‘ (ڈیلی اسٹار، ۸ستمبر ۲۰۱۶ء)۔ اگلے روز یہی وزیرقانون کہتے ہیں: ’’جنگی جرائم کے مجرموں کے بچے معصوم نہیں ہیں۔ وہ سازشوں میں مصروف رہتے ہیں، مگر ہم ان کو بھی نہیں چھوڑیں گے‘‘۔ (ڈیلی اسٹار، ۹ستمبر ۲۰۱۶ء)۔ اس سنگ دلی پر کیا تبصرہ کیا جائے!

نئی دہلی حکومت کے تابع بنگلہ دیشی آلۂ کار انتظامیہ اس کے سوا اور کر ہی کیا سکتی ہے کہ جھوٹ پر مبنی پروپیگنڈے کو بڑھاوا دینے کے لیے قوم کو تقسیم، پریشان اور متحارب رکھے۔ اسی ذریعے سے بھارت کے لیے سہولت پیدا ہوسکتی ہے کہ وہ ۱۶ کروڑ کے بنگلہ دیش کو معاشی و صنعتی ترقی سے محروم اور اپنی تجارتی منڈی بنائے رکھے۔ باہمی فساد کو بنیاد بنا کر اپنی فوجی و سیاسی موجودگی کا جواز قائم کیے رکھے۔

ہماری یہ فکرمندی بے وزن بھی نہیں ہے۔ بھارت جو اپنے تئیں دنیا کی سب سے ’بڑی سیکولر جمہوریہ‘ کہلاتا ہے، وہ عدل کے قتل اور جمہوریت کی بربادی کی ’دہکتی چِتا‘ بنگلہ دیش کے بارے میں یہ کہتا ہے: ’’بھارتی حکومت بنگلہ دیش میں، ۱۹۷۱ء کے جنگی جرائم کے مقدمات کی بھرپور تائید کرتی ہے‘‘ (وایکاس سروپ، ترجمان وزارتِ خارجہ، دی ہندستان ٹائمز، ۱۰ستمبر ۲۰۱۶ء)۔ اس بیان میں پوشیدہ ڈھٹائی سے کون صاحبِ نظر انکار کرسکتا ہے۔

اس پر بنگلہ دیش جماعت اسلامی مرکزی شوریٰ کے رکن حمیدالرحمان آزاد نے جواب میں کہا: ’’بھارت کی جانب سے بنگلہ دیش میں متنازع مقدمات کی حمایت کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ بھارت جنگی جرائم کے نام پر جماعت اسلامی کی قیادت کو چُن چُن کر مارنے کے اس شیطانی منصوبے کی تائید کر کے: جمہوریت، انسانی حقوق اور قانون کی حکمرانی کے عالمی اصولوں کو قتل کرنے کا طرف دار ہے‘‘۔ (جماعت ویب: ۱۱ستمبر ۲۰۱۶ء)

مزید ظلم و زیادتی کا یہ پہلو کہ حسینہ واجد حکومت کی ہدایت پر بنگلہ دیش یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے ۲۳ستمبر ۲۰۱۶ء کو تمام یونی ورسٹیوں کے نام یہ حکم نامہ جاری کیا: ’’یونی ورسٹی کیمپس میں اسلامی جمعیت طالبات [اسلامی چھاتری شنگھستا] کی جملہ سرگرمیوں کو سختی سے روک دیا جائے‘‘۔

ان تکلیف دہ حالات میں جماعت اسلامی سے وابستہ افراد اور ادارے نبردآزما ہیں۔